سوال

تقلید کا مسئلہ

جواب

سوال : السلام علیکم کیا تقلید کا مسئلہ فروعی ہے یا عقیدے کا مسئلہ ہے ؟

جواب : تقلید عقیدے کا مسئلہ ہے اور حق واضح ہو جانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کی بھی تقلید کرنا حرام ہے ۔ اہل علم کتاب و سنت سے براہ راست استفادہ کریں گے جبکہ عوام الناس ان سے مسائل پوچھ کر ان کی اتباع کریں گے ۔ شیخ صالح المنجد اس بارے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

سوال : کیا ہر علاقہ کے لیے کوئی خاص مسلک اختیار کرنا اور باقی مسلک چھوڑ کر صرف ایک ہی فقہی مسلک کی تعلیم دینے کی کوشش کرنا، مثلا کسی شرعی معاملہ میں باقی فقہی مذاہب چھوڑ کر اپنا فقہی مسلک بیان کرنا لازم ہے ؟

الحمد للہ :

مختلف علاقوں میں اجتھاد اور تقلید کے اعتبار سے لوگوں کی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم :
شریعت اسلامیہ کے مسائل میں اجتھاد کرنے والے علماء کرام جو اپنے علم و معرفت کی بنا پر اجتھاد و استنباط کے درجہ پر فائز ہوں، اور فتوی دینے کے اہل ہوں تو ایسے افراد کے لیے اس کی اتباع ضروری ہے جسے وہ دلیل کے ساتھ حق دیکھیں

دوسری قسم :
ایسے لوگوں کی اکثریت جن کا تخصص علوم اسلامیہ کی تدریس و تعلیم نہیں، یا پھر وہ اجتھاد و فتوی کی اہلیت تک نہیں پہنچ سکے، عامۃ الناس یا دوسرے علوم کے ماہرین افراد تو ایسے لوگوں پر شرعی اور طبعی فرض یہ ہے کہ وہ اہل علم سے دریافت کریں، اور ان سے مسائل پوچھ کر عمل کریں اس کی دلیل ہم درج ذیل فرمان باری تعالی میں پاتے ہیں :

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :
اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے دریافت کرو النحل (43).
تو اس طرح ہر علاقے اور ملک کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اہل علم سے دریافت کریں، اور ان کے فتاوی جات پر عمل کریں، لیکن یہ مطلقا اتباع و پیروی نہیں کہ کوئی بھی شخص کسی مفتی یا عالم دین کے پیچھے لگ جائے اور اسے معصوم اور تقدیس کی صفت سے نواز کر اسے اللہ کے دین میں تصرف کا حق دینا شروع کر دے جس طرح یہود و نصاری اور غالی قسم کے رافضیوں اور صوفیوں اور باطنی فرقوں میں ہوا کیونکہ یہ دین سے خروج اور اللہ کے علاوہ دوسروں کو رب اور شریک بنانا ہے

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :
انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں و راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا، اور مسیح بن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اللہ تعالی اس سے پاک و منزہ ہے جو وہ شرک کرتے ہیں التوبۃ (31).
علماء کرام کے فتاوی پر چلنے سے مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں کے ذریعہ حکم شرعی کی تعلیم تک پہنچا جائے جو اس فن میں ماہر ہیں اور انہوں نے شرعی قواعد و اصول کی تعلیم حاصل کی اور دلیل پر مبنی علم کی بنا پر اہلیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، نہ کہ رب یا ولایت وغیرہ دوسرے خرافاتی ناموں کی تقدیس کی بنا پر

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" اللہ سبحانہ و تعالی نے مخلوق پر اپنی اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کی ہے، اس امت پر ہر معاملہ میں کسی ایک کی اطاعت فرض نہیں کہ اس کی ہر بات تسلیم کی جائے، صرف یہ حق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ ہر معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائیگی

حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل شخص صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا کہنا ہے : جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم بھی اس میں میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم اس میں میری اطاعت مت کرو

اور سب کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس امت کا کوئی شخص معصوم نہیں، کہ اسی لیے کئی ایک علماء کرام کا کہنا ہے :

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی بات رد کی جا سکتی ہے، اور اسے تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد نہیں ہو سکتی " انتہی

دیکھیں : مجموع الفتاوی **(211/20).**

دوم :

یہاں با اعتماد اہل علم یا مرجع کی تعیین کا سوال باقی رہ جاتا ہے :

اس میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ :

امت اور افراد کے حساب سے دو مرجع ایسے ہیںٹ جن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں

1- دور حاضر کے مراجع :

جو فقہ اکیڈمی اور شرعی کمیٹیوں کی صورت میں پائی جاتی ہیں جنہیں اہل علم و دین اور امین حضرات ہینڈل کرتے ہیں، اسی طرح شرعی علوم میں ماہر افراد کو بھی یہ وافر حصہ حاصل ہے کہ لوگ ان کی راہنمائی سے استفادہ کریں، اور ان کے اقوال مانیں، خاص کر روزمرہ زندگی کے امور اور معاصر فقہی مسائل اور مشکلات میں

اور ان مسائل میں بھی جو شرعی اور ان عقلی دلائل کی روشنی میں اجتہاد اور اعادہ نظر کے محتاج ہیں، جو مصالح کو مدنظر رکھیں، اور فساد کو ختم کریں، اور مشقت و ضرر اور حرج پیدا نہ کریں

اگر ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید حرج و تنگی کا باعث بنے تو یہ نہ کریں، کیونکہ شریعت اسلامیہ تو آسانی و سہولت پر مشتمل ہے اس میں نہ تو تنگی ہے اور نہ ہی کوئی مشکل و حرج

2- مراجع التراثیہ :

یہ مشہور مذاہب اربعہ کی صورت میں ہے : یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلکوں پر لوگوں کا لازم رہنے میں بذاتہ ان مسالک کا بہت بڑا دخل ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں لوگ جن قوانین اور اصول قواعد پر عمل کرتے ہیں، اور مساجد و مدارس میں جو تعلیمی منہج مقرر ہے، علمی میدان کے مراتب جن میں علوم فقہ اور شریعت کے ماہر افراد بتدریج چلتے ہیں، اور وہ ورثہ جس کا عوام کے ذہنوں میں مستقر ہونا ضروری ہے جو ان کی فقہی ثقافت کی تشکیل کرے، اور اکثر مسائل کی سرچ کرنے کی فرصت نہ رکھنے اور اس میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچنے والے مجتہدین کے لیے سیراب ہونے کی جگہ، اور معاشرے میں نزاع و اختلاف کی بیخ کنی کرنے کا ضابطہ، اور شاذ قسم کی آراء و خواہشات کا دروازہ بند اس سے ہو سکتا ہے کہ مذاہب اربعہ کی طرف رجوع کیا جائے اور اتباع و پیروی اختیار کی جائے

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" اللہ کی حکمت کہ اس کے دین کی حفاظت و ضبط اس طرح ہوئی کہ : لوگوں کے لیے آئمہ کرام کھڑے کیے جن کا علم و فضل اور درایت احکام و فتوی میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے، وہ آئمہ اہل رائے میں بھی ہوئے اور اہل حدیث میں بھی، اس طرح سب لوگ ان کے فتاوی پر چلنے لگے، اور احکام معلوم کرنے کے لیے ان آئمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی نے ایسے افراد پیدا کیے جنہوں نے ان کے مذاہب احاطہ تحریر میں لایا اور ان کے قواعد لکھے حتی کہ ہر ایک امام کا مسلک اور اس کے اصول و قواعد اور فصول مقرر کر دیے کہ احکام معلوم ہوں اور حلال و حرام کے مسائل معلوم ضبط کیے جا سکیں

یہ اللہ تعالی کی اپنے بندوں پر مہربانی و رحمت تھی اور اس دین کی حفاظت میں ایک اچھا احسان تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ ہر احمق کی جانب سے عجیب و غریب اشیاء دیکھتے جو بڑی جرات کے ساتھ اپنی احمقانہ رائے لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا، اور اس رائے پر فخر بھی کرتا، اور امت کے امام ہونے کا دعوی کر دیتا، اور یہ باور کراتا کہ وہ اس امت کا راہنما ہے، اور لوگوں کی اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کسی اور کی جانب نہیں

لیکن اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اس خطرناک دروازے کو بند کر دیا، اور ان عظیم خرابیوں کی جڑ سے کاٹ پھینکا، اور یہ بھی اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی ہے

لکن اس کے باوجود ایسے افراد اب تک ظاہر ہوتے اور سامنے آتے رہتے ہیں جو اجتہاد کے درجہ تک پہنچنے کا دعوی کرتے، اور ان آئمہ اربعہ کی تقلید کیے بغیر علم میں باتیں کرتے ہیں، اور باقی سارے لوگ جو

اس درجہ تک نہیں پہنچے انہیں ان چاروں کی تقلید کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، بلکہ جہاں ساری امت داخل ہوئی ہے انہیں بھی داخل ہونا ہوگا انتہی
دیکھیں: الرد علی من اتبع غیر المذاہب الاربعۃ (624/2).

اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:
"اگر یہ کہا جائے: امام احمد وغیرہ نے جو اپنی کتاب اور کلام میں تقلید کرنے سے منع کیا ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں، اور پھر امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے:
میری اور فلاں اور فلاں کی کلام مت لکھو، بلکہ جس طرح ہم نے سیکھا ہے اور تعلیم حاصل کی ہے اس طرح تم بھی تعلیم حاصل کرو، آئمہ کی کلام میں یہ بہت موجود ہے؟
اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ: بلاشک و شبہ امام احمد رحمہ اللہ فقہاء کی آراء لکھنے اور حفظ کرنے میں مشغول ہونے سے منع کیا کرتے تھے، بلکہ کہتے کہ کتاب و سنت کی فہم اور تعلیم و تدریس اور حفظ میں مشغول ہوا جائے، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار لکھا کریں، ان کے بعد والوں کی نہیں، اور اس میں سے صحیح اور ضعیف، شاذ و مطروع قول کو معلوم کریں
بلاشک اس یہ سے تعین ہوجاتا ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیم کا اہتمام کرنا کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے بہتر ہے، بلکہ پہلے اس کی تعلیم حاصل کی جائے
لہذا جو یہ جان لے اور اس کی معرفت کی انتہاء تک پہنچ جائے جیسا کہ امام احمد نے اشاہ کیا ہے تو اس کا علم تقریبا امام احمد کے قریب ہوگیا، تو اس پر کوئی روک ٹوک نہیں اور نہ ہی اس کے متعلق کلام کی جارہی ہے، بلکہ کلام تو اس شخص کے متعلق ہے جو اس درجہ تک نہیں پہنچا، اور نہ ہی وہ اس کی انتہاء کی پہنچا ہے، اور نہ اس نے کو سمجھا ہے ہاں قلیل سا علم ضرور ہے، جیسا کہ اس دور کے لوگوں کی حالت ہے
بلکہ کئی زمانوں سے اکثر لوگوں کا یہی حال ہے، وہ انتہاء درجہ تک پہنچنے اور غایت کو پانے کا دعوی کرتے ہیں، حالانکہ وہ تو ابتدائی درجات تک بھی نہیں پہنچ سکے" انتہی
دیکھیں: الرد علی من اتبع غیر المذاہب الاربعۃ (624/2).
تشریع اور فقہ کی تاریخ پر نظر رکھنے والا جانتا ہے کہ سب مراحل میں اس کی بنا مشہور اہل علم پر ہے جن کا لوگوں میں علم معروف و مشہور تھا، اور ان کی فضیلت اور تقوی و ورع ہر علاقے میں پھیل چکا تھا، لوگ ان سے احکام دین اخذ کرتے اور غالبا ان ہی کے فتاوی و تقاریر کی طرف رجوع کرتے تھے

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:
"امت میں فقہ و دین اور علم ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم کے اصحاب سے پھیلا، تو عام لوگوں نے ان چار لوگوں سے علم حاصل کیا، رہا اہل مدینہ کا تو انہوں نے زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے لیا، اور اہل مکہ کا علم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے، اور اہل عراق کا علم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے" انتہی
دیکھیں: اعلام الموقعین (17/1).

علامہ محقق احمد پاشا تیمور رحمہ اللہ کہتے ہیں:
"ان مذاہب کے پیدا ہونے سے قبل صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں فتوی انہیں سے لیا جاتا تھا، کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام حاملین کتاب اللہ میں سے تھے، اور وہ اس کے دلائل کی پہچان رکھنے والوں میں سے تھے، جب ان کا دور گزر گیا اور تو ہر علاقے اور شہر کی لوگوں نے صحابہ کرام کے فتاوی پر عمل کرنا شروع کر دیا جو صحابی جس علاقے میں تھا اس کا فتوی اس علاقے میں چلنا شروع ہوا، بہت ہی کم دوسرے کے فتوی پر چلتے تھے
اس لیے اہل مدینہ میں اکثر فتاوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے، اور اہل مصر میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما کے اور اہل مکہ عبد اللہ بن عباس اور اہل کوفہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہم کے فتاوی پر چلنے لگے
تابعین کے بعد فقہاء کا دور شروع ہوا مثلا ابو حنیفہ اور امام مالک اور احمد بن حنبل اور شافعی وغیرہ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، اور جن کا ذکر ہم نے نہیں کیا، چنانچہ ہر علاقے اور ملک کے لوگوں نے اپنے فقیہ کے مسلک کو اختیار کیا، اور پھر یہ مسلک دوسرے علاقوں میں بھی پھیل گیا اور بعض میں ختم ہوگیا.... " انتہی
دیکھیں: مذاہب الاربعۃ (16-17).

اس کا یہ معنی نہیں کہ کسی مذہب اور قول کا تعصب اختیار کر لیا جائے اور دوسرا تسلیم ہی نہ کریں، وہ اس طرح کہ ہم لوگوں پر حرف بحرف بغیر کسی اجتہاد اور صحیح اور تعدیل کرنے کے اسے لوگوں پر تھوپ دیں چاہے وہ کتاب و سنت کے خلاف ہی ہو
بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ جس مدرسہ سے نکلیں اور طالب علم اور علماء بنیں تو یہ مدرسہ کسی ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب سے ماخوذ ہو، پھر اگر اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کے لیے اس مسلک کی کوئی غلطی سامنے آئے تو وہ اس مسلک کا فتوی ترک کرتے ہوئے دوسرے مسلک کی صحیح بات کو تسلیم کر لے

تو اس طرح وہ علمی راہ محفوظ رہے گی جس پر سلف آئمہ کرام چلے تھے، اور لوگ ان سلبیات سے چھٹکارا حاصل کر لینگے جو جہالت و تعصب کی بنا پر پیدا ہو چکی ہیں

شیخ محمد بن ابراہیم کے فتاوی جات میں درج ہے:

" مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک مسلک اختیار کرنا جائز ہے، بلکہ یہ اجماع کی طرح ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہوا جائے کیونکہ بالاجماع یہ امام ہیں

لیکن اس سلسلہ میں لوگ تین قسم کے ہیں:

ایک تو درمیانہ طبقہ ہے اور دوسرے اس درمیانہ طبقے کے دونوں اطراف میں:

پہلی قسم یہ ہے کہ:

وہ لوگ جو کوئی بھی مسلک اختیار کرنے کو جائز نہیں سمجھتے، اور یہ غلط ہے

دوسری قسم:

اور کچھ لوگ ایک ہی مذہب پر جم گئے ہیں اور ان میں تعصب پایا جاتا ہے، اور وہ بحث کی طرف التفات بھی نہیں کرتے، یہ بھی غلط ہیں

تیسری قسم:

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا جائز سمجھتے ہیں، اس میں کوئی ممانعت نہیں دیکھتے، جس مسلک کے پاس دلیل ہوئی یا کسی اور کے پاس دلیل ہو تو وہ اسے اختیار کرتے ہیں، اور جس مسئلہ میں ان کے پاس نص ظاہر ہو وہ کسی مسلک کی طرف دیکھتے بھی نہیں بلکہ نص پر عمل کر لیتے ہیں

اور جو لوگ نہ تو اس قسم میں سے ہیں اور نہ ہی اس قسم میں اور ان مسالک کے مخالف کے پاس دلیل ہو تو وہ اس دلیل والے کی بات تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں

دیکھیں: فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم **(2/2)**.

مستقل فتوی کمیٹی کے فتاوی میں درج ہے:

سوال:

مذاہب اربعہ میں ہی مقید رہنے اور ہر حالت اور دور میں ان کے ہی اقوال پر عمل کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب:

کتاب و سنت سے استنباط کرنے کی استطاعت رکھنے والا شخص بالکل اسی طرح اخذ کریگا جس طرح اس سے پہلے والوں نے کتاب و سنت سے اخذ کر کے عمل کیا، اور جس میں وہ اختلاف رکھے اور حق کچھ اور دیکھتا ہو تو اس کے لیے تقلید جائز نہیں، بلکہ وہ اس پر عمل کریگا جسے وہ حق دیکھتا ہے، اور جس سے وہ عاجز ہو اور اس کا محتاج ہو اس میں دوسرے کی تقلید کرتا ہوا اس کے فتوی پر عمل کریگا

جسے استنباط کی قدرت نہ ہو تو اس کے لیے اس کی تقلید کرنا جائز ہے جس پر اس کا دل مطمئن ہو کہ اس کی دلیل صحیح ہے، اور جب اس کو عدم اطمئنان حاصل ہو تو پھر نہیں حتی کہ اسے اطمئنان ہو جائے

اوپر جو بیان ہوا ہے اس سے واضح ہوا کہ ہر حالت اور ہر دور میں مذاہب اربعہ کے اقوال اور فتاوی جات پر عمل نہیں ہوگا؛ کیونکہ ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، بلکہ ان کے جو حق اور صحیح اقوال ہیں ان کو تسلیم کیا جائیگا جس کی دلیل ہو" انتہی اختصار اور کچھ کمی و بیشی کے ساتھ

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء **(28/5)**.

اور فتاوی جات میں یہ بھی درج ہے:

" اور یہ سب لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے، اور اپنے دور کے فضلاء افراد میں شمار ہوتے تھے اللہ ان پر راضی ہو، انہوں نے قرآن و حدیث اور صحابہ کے اجماع سے احکام اخذ کرنے میں جدوجہد اور کوشش کی اور لوگوں کے سامنے حق بیان کیا، اور ان کے اقوال ہم تک نقل کیے گئے، اور سب علاقوں میں مسلمانوں کے اندر ان کا مسلک پھیلا، اور بعد میں آنے والے علماء میں سے اکثر نے ان پر بھروسہ کرتے ہوئے کی پیروی کی، اور انہیں دین کا امین سمجھا، اور جن اصول پر انہوں نے اعتماد کیا اس کے موافق دیکھا، اور لوگوں میں ان کے اقوال کو پھیلایا، عام لوگوں میں جو کوئی بھی ان کے اقوال کو معلوم کرنے کے بعد ان کی تقلید کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کے باوجود وہ اپنے دور کے علماء کرام سے بھی اس کے متعلق دریافت کرے، اور اس کے ساتھ حق کو دلیل کے ساتھ سمجھنے میں مدد و معاون بنے

اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے واضح ہوا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور پیروکار تھے، نہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان آئمہ کے تابع، بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعت اسلام اللہ کی جانب سے لائے وہی اصل اور مرجع ہے
یہ آئمہ کرام اور ان کے علاوہ دوسرے سب بھی اسی اصل کی طرف رجوع کریں گے، اور ہر مسلمان ملت ابراہیم حنیف اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہونے کی وجہ سے حنیفیت کی طرف منسوب ہے " انتہی
دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء **(5/54-55).**

لہذا کتاب وسنت کی صحیح دلیل کے ساتھ کسی کا قول تسلیم کیا جائیگا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی سب کا بغیر دلیل قول رد بھی کیا جا سکتا ہے اور تسلیم بھی
مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر **(5523)**، **(5459)**، **(23280)**، **(26269)** کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں

واللہ اعلم.